حکمتِ سیدمودودیؒ

"میرے ساتھیو!"

(ادارہ)

میں آپ سے جو بات کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جماعت اسلامی جس غرض کے لئے قائم ہوئی ہے وہ ایک اور صرف ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ دنیا میں اللہ کے دین کو پوری طرح سے پوری زندگی میں نافذ کیا جائے۔ اس کے سوا اس جماعت کا اور کوئی مقصد اور نصب العین نہیں ہے، جو شخص بھی اس جماعت سے وابستہ ہے، خواہ وہ رکن کی حیثیت سے وابستہ ہو، یا کارکن اور متفق کی حیثیت سے وابستہ ہو، اسے یہ بات کبھی فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ جماعت اسلامی کا اصل مقصد دینِ حق کو مکمل طور سے خدا کی زمین پر غالب کرنا ہے۔ اگر ہم سیاسی کام بھی کرتے ہیں تو اقتدار حاصل کرنے یا دوسری سیاسی اغراض کے لئے نہیں کرتے بلکہ اس غرض کے لئے کرتے ہیں کہ اُن رکاوٹوں کو دور کیا جائے جو دین حق کے قیام میں مانع ہو رہی ہیں اور جمہوری ذرائع سے ملک کے اندر اسلامی انقلاب برپا کرنے کا راستہ ہموار ہوسکے۔ جماعت اسلامی کا یہ مؤقف کیوں ہے اور اپنے اس مؤقف پہ کیوں اصرار ہے کہ وہ جمہوری ذرائع ہی سے اسلامی انقلاب برپا کرنا چاہتی ہے اور وہ غیر جمہوری ذرائع کے استعمال کی کیوں مخالف ہے؟ اس کو میں چند الفاظ میں بیان کئے دیتا ہوں۔

خدا کی قسم ہے اور میں قسم بہت کم کھایا کرتا ہوں، کہ جماعت اسلامی نے یہ جو مسلک اختیار کیا ہے کہ وہ کسی قسم کے تشدد اور توڑ پھوڑ کے ذریعے سے، کسی قسم کی دہشت پسندانہ تحریک کے ذریعے سے اور کسی قسم کی خفیہ تحریک یا سازشوں کے ذریعے سے ملک میں انقلاب

برپا نہیں کرنا چاہتی، بلکہ خالصتہً جمہوری ذرائع سے انقلاب برپا کرنا چاہتی ہے۔ یہ مسلک قطعاً کسی کے خوف کی وجہ سے نہیں ہے۔ یہ ہرگز اس بناء پر نہیں ہے کہ ہم کبھی کسی ابتلا کے وقت اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے یہ کہہ سکیں کہ ہم دہشت پسند نہیں ہیں۔ ہمارے اوپر تشدد یا قانون شکنی کا الزام نہ لگایا جائے۔ یہ بات ہرگز نہیں ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ ہمارے پیش نظر اسلامی انقلاب ہے اور اسلامی انقلاب کسی خطۂ زمین میں اس وقت تک مضبوط جڑوں سے قائم نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہاں کے رہنے والے لوگوں کے خیالات تبدیل نہ کر دیئے جائیں۔ جب تک لوگوں کے افکار اور ان کے اخلاق و عادات میں تبدیلی نہ لائی جائے اس وقت تک مضبوط بنیادوں پر کوئی انقلاب برپا نہیں ہوسکتا۔ اگر زبردستی کسی قسم کے تشدد کے ذریعے سے، یا سازشوں اور خفیہ ہتھکنڈوں کے ذریعے سے کوئی انقلاب برپا کر دیا جائے تو اس کو کبھی دوام اور ثبات نصیب نہیں ہوتا اور بالآخر اسے کسی دوسرے انقلاب کے لئے جگہ خالی کرنی پڑتی ہے اسی طرح اگر دھوکے بازیوں اور جھوٹ اور افتراء کی مہم کے ساتھ انتخابات جیت کر یا کسی اور طریقے سے حکومت پر قبضہ کرکے کوئی سیاسی انقلاب برپا کر بھی دیا جائے تو چاہے وہ کتنی دیر تک قائم رہے لیکن جب وہ اکھڑتا ہے تو اس طرح اکھڑتا ہے جیسے اس کی کوئی جڑ ہی نہیں تھی۔

یہ امر واقعہ ہے کہ پچھلے چھبیس ستائیس سال کے دوران میں جن لوگوں کے ہاتھ میں بھی اس ملک کا نظام چلانے کے اختیارات رہے ہیں۔ خواہ وہ سیاسی اختیارات ہوں یا معاشی یا تعلیمی اختیارات ہوں۔ انہوں نے اس قوم کے ذہن کو بگاڑنے اور اس کی سیرت و کردار کو تباہ کرنے کی کوشش کی اور اس کو اسلام سے دور سے دور تر کر دیا۔ یہ انہی کی ان مجرمانہ بداندیشیوں کا نتیجہ ہے کہ آخر کار مشرقی پاکستان، پاکستان سے الگ ہوا وہاں مسلسل یہ ذہن پیدا کیا گیا کہ بنگالی بولنے والے مسلمان اور ہندو ایک قوم ہیں اور بنگالی نہ بولنے والے دوسری قوم ہیں۔ یہ ذہن وہاں پیدا کیا جاتا رہا ہے۔ لیکن حکومت کی طرف سے کبھی اس کی مؤثر روک تھام نہ کی گئی۔ بلکہ

اس کی حوصلہ افزائی ہی کی گئی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ قطعی کافرانہ ذہن تھا جو وہاں پیدا کیا گیا ہے۔ اسلامی ذہن تو یہ ہے کہ عربی بولنے والا اگر خدا اور رسولؐ کو نہیں مانتا تو کافر ہے۔ ہمارا مخالف ہے، ہمارا دشمن ہے اور ہمارے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کے برعکس اگر کوئی چینی یا جاپانی یا جرمنی بولنے والا ہے لیکن اسلام کا قائل ہے اور خدا اور رسولؐ کو مانتا ہے تو وہ مسلمان ہے اور ہمارا بھائی ہے۔ رسولؐ اللہ کا چچا ابولہب دشمن تھا اور بلال حبشیؓ اور صہیب رومیؓ اور سلمان فارسیؓ حضورؐ کے دوست اور بھائی تھے تو اسلام کے نام پہ قائم ہونے والے اس ملک کے ایک حصے میں خالص کفر پھیلایا جاتا رہا لیکن یہاں برسراقتدار آنے والے لوگ ہمیشہ خاموش تماشائی بنے رہے اور اس کے نتیجے میں آخر کار مشرقی پاکستان الگ ہو کر رہا اور اب یہاں بھی اسی کفر کو پھیلانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ یہاں لوگوں کے اندر یہ ذہن زبردستی پیدا کیا جارہا ہے کہ یہاں کوئی پٹھان ہے اور کوئی بلوچ، کوئی سندھی اور کوئی پنجابی۔ کیا یہ پاکستان کی بنیاد تھی؟ قیام پاکستان کی جدوجہد میں تو سارے ہندوستان کے مسلمان یہ بھول گئے تھے کہ ہم کون ہیں؟ ان کے پیش نظر صرف یہ تھا کہ ہم اول و آخر مسلمان ہیں۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے جب انہوں نے مل کر کوشش کی اور متحد ہو کر پاکستان کا مطالبہ کیا۔ تب پاکستان وجود میں آیا۔ ورنہ اس بات کا کوئی امکان نہیں تھا۔ اگر گجراتی اور مدراسی اور ملیباری اور سندھی اور پٹھان اور پنجابی سب کے سب الگ الگ قومیتوں کا تصور رکھتے تو پاکستان کبھی نہ بن سکتا۔ اور اب یہاں پھر الگ الگ قومیتوں کا جو تصور پھیلایا جارہا ہے۔ یہ لازماً پاکستان کے ٹکڑے اڑانے والا ہے۔ سندھ میں آپ دیکھ رہے ہیں کہ بعینہٖ مشرقی پاکستان کی سی صورت حال پیدا کی جارہی ہے۔ سندھ کا عام مسلمان نہایت سیدھا سادا مخلص مسلمان ہے لیکن وہاں کے تعلیم یافتہ طبقے میں یہ خالص کافرانہ تصور پھیلایا جارہا ہے کہ سندھی بولنے والا ہندو اور مسلمان ایک قوم ہے اور جو سندھی نہیں بولتا وہ چاہے مسلمان ہو وہ دوسرا قوم ہے۔ اسی طرح کی کوششیں دوسرے صوبوں میں بھی جاری ہیں۔ اس طرح ایک طرف تو لوگوں کے نظریات کو بگاڑنے اور ان کے اندر افتراق و انتشار کے بیج بونے کی کوشش کی جارہی ہے اور دوسری طرف ان کے اخلاق کو بگاڑنے کے لئے تمام ممکن ذرائع استعمال کئے جارہے ہیں، تیسری طرف تعلیم کا ایسا نظام رائج کیا جارہا ہے جس سے ایک نوجوان کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ

اسے اسلامی نظام چلانے کے لئے تیار کیا جارہا ہے یا سوشلسٹ نظام چلانے کی تربیت دی جارہی ہے یا سرے سے اسے کوئی نظام بنانے اور چلانے کے لئے بھی تیار کیا جا رہا ہے یا نہیں۔ اس طرح کی ایک بگڑی ہوئی صورت حال آپ کے گرد وپیش میں پیدا کی جا رہی ہے اس حالت میں آپ کو جان مار کر کوشش کرنی ہے اور اس غرض کے لئے اپنی پوری طاقت صرف کرنی ہے کہ عام لوگوں کے اندر زیادہ سے زیادہ اسلامی ذہن پیدا کریں۔ کیونکہ جب تک آپ یہ کام نہیں کریں گے۔ اس وقت تک یہاں اسلامی انقلاب کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکے گا

اب یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب یہاں جمہوریت کو کبھی چلنے نہیں دیا گیا اور جمہوری طریقوں سے صالح تغیر کا راستہ قریب قریب بند کر دیا گیا ہے اور اگر یہاں کبھی انتخابات ہوئے بھی ہیں تو وہ انتہائی بے ایمانیوں اور بد دیانتیوں کے ذریعے سے جیتے جاتے رہے ہیں اور ایسے حالات بھی یہاں پیدا کر دیئے گئے ہیں کہ اگر مفروضے کے طور پر ہم انتخابات میں کبھی سو فیصد ووٹ حاصل کر بھی لیں تو صندوقچیوں سے سو فیصد ووٹ ہمارے خلاف ہی برآمد ہوں گے تو ایسی صورت میں جمہوری ذرائع سے اصلاح احوال کی کیا توقع کی جا سکتی ہے؟ ــــ یہ صورتِ حال فی الواقع یہاں موجود ہے لیکن ہمیں اس کا مقابلہ کرنا ہے۔ ہمیں اس صورتحال کو بدلنے کے لئے پوری پوری جدوجہد کرنی ہے۔ ہمیں اس غرض کے لئے سر توڑ کوشش کرنی ہے کہ جن لوگوں کے ہاتھوں سے یہ کام لیا جا رہا ہے ان کے ذہنوں کو تبدیل کیا جائے۔ ہمیں اس امر کی کوشش کرنی ہے کہ ہماری انتھک محنتوں کے نتیجے میں انسانوں کا سیلاب اس طرح انتخابات کے مراکز پر امڈ کر آئے کہ اگر کوئی شخص بے ایمانیاں کرنا بھی چاہے تو نہ کر سکے۔ انقلابی تحریکوں کی زندگی میں ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب لوگوں کے اندر ان کے پھیلائے ہوئے خیالات اس قدر مضبوطی سے جم جاتے ہیں اور ان کے اندر ایک ایسا عزم راسخ پیدا ہو جاتا ہے کہ پھر اس کے بعد کوئی طاقت ان کے مطلوبہ نظام کو آنے سے نہیں روک سکتی۔ وہ ہر راستے سے آتا ہے۔ اور ایسے راستوں سے آتا ہے جن کو بند کرنے کا خیال بھی کبھی کسی کے دماغ میں نہیں آ سکتا اس لئے آپ اس بات کی فکر نہ کریں کہ آپ جس نظام کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ وہ

وہ یہاں کیسے آئے گا۔ آپ کا اصل کام یہ ہے کہ اپنا فرض نہایت خلوص اور جانفشانی کے ساتھ ادا کرتے چلے جائیں اور آپ کی واحد فکر آپ کا وہ کام ہو جسے آپ کو انجام دینا ہے۔ یہ کام آپ صرف اسی صورت میں دے سکتے ہیں جبکہ آپ کے اپنے اخلاق اس سانچے میں ڈھلے ہوئے ہوں جو اس نظام کا تقاضا ہے۔ جب آپ اسلام کی طرف دعوت دینے کے لئے اٹھیں گے تو لوگ یہ دیکھیں گے کہ ہمیں یہ دعوت دینے والے خود کیسے ہیں۔ اگر آپ کے اخلاق اور سیرت وکردار میں کوئی خرابی ہوئی یا آپ کے اندر ایسے لوگ پائے گئے جو مناصب کے خواہش مند اور ان کے لئے حریص ہوں یا آپ کے اندر ایسے لوگ موجود ہوئے جو کسی درجہ میں بھی نظم کی خلاف ورزی کرنے والے ہوں تو اس صورت میں آپ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکیں گے۔ اس لئے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ اسلامی انقلاب کے لئے جدوجہد کرنے کے کچھ مخصوص تقاضے ہیں۔ اسلامی نظام کے قیام کی جدوجہد کرتے وقت آپ کو جن چیزوں کو خاص طور پہ پیش نظر رکھنا ہوگا وہ یہ ہیں:

آپ کے اخلاق نہایت بلند ہوں، آپ کی زندگی پوری طرح اسلام کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہو، آپ کے اندر نظم جماعت کی کامل اطاعت پائی جاتی ہو۔ آپ جماعت کے دستور کی پوری طرح پابندی کرنے والے ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ آپ عوام الناس کے اندر پھیل کر زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنا ہم خیال بنانے کے لئے ہر لحظہ کوشاں ہوں۔ اور چاہے یہ کام آپ کو پچاس سال بھی کرنا پڑے لیکن آپ لگن کے ساتھ اسے کرتے چلے جانے کا مصمم ارادہ رکھتے ہوں تو انشاء اللہ کوئی طاقت اس ملک کو اسلامی ملک بننے سے نہیں روک سکے گی۔

(خطاب بہ اجتماع ارکان ۔ ۳۱۔ مارچ ۱۹۷۴ء)